پاکستان کی مالیاتی پالیسی اور اسلامی تعلیمات ۔۔۔ تجزیاتی مطالعہ

(۱۹۵۸ء – ۱۹۶۸ء)

سعدیہ گلزار*

In the history of Pakistan Ayub Khan's era is known as the development period of Economics. His economical policies were based on the model of Capitalism and followed the free market Economics principles. Two important policies, Functional inequality and dependence upon Foreign Aid were the basis of this period. The economic disparity caused the concentration of wealth in to 22 families. To avoid discrimination among classes of the society it was inevitable to formulate significant policies for the public welfare. Zakat should have been imposed upon prosperous class for the economic prosperity of the public. On the other hand dependence upon foreign aid cause increased in service charges. Instead of this direct investment should have been encouraged. Government should make strong policies for the prosperity of people. These Policies could provide strong foot to the economic development of the country.

قیام پاکستان سے عصر حاضر تک پاکستان کی معیشت کے ارتقاء کے لیے متعدد مالیاتی پالیسیز بنائی گئیں جن میں انتہائی نمایاں حیثیت ایوب خان کی مالیاتی پالیسز کی ہے۔ ان پالیسز کے پاکستانی معیشت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ درجہ ذیل سطور میں ایوب خان کے دور کی مالیاتی پالیسز کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

ساٹھ (۶۰ء) کی دہائی میں ہارورڈ گروپ آف اکانومسٹس کے پروفیسرز اور ماہرین کے علاوہ پاکستان کے وزیر خزانہ شعیب نے پاکستان کی معاشی ترقی کے لیے جو حکمت عملی (Policy) تجویز کی اس کے تحت نجی شعبے پر انحصار کو ترجیح دی گئی۔ بیرونی امداد اور قرضوں کو ضروری قرار دیا گیا۔ اس حکمت عملی کو ۶۰ کی دہائی کے لیے پاکستان کی معاشی ترقی کا ماڈل قرار دیا گیا۔ اس ماڈل کی نمایاں خصوصیات درج ذیل تھیں۔

* لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

i معاشی ترقی کے آغاز میں آمدنیوں کی تقسیم میں ناہمواری ضروری بن جاتی ہے۔

اسے تفاعلی عدم مساوات (Functional Inequality) کا نام دیا گیا۔ امیر طبقہ زیادہ بچتیں کر سکتا ہے لہذا ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جن سے ان کی آمدنیوں اور بچتوں میں اضافہ ہو۔ نتیجہ کے طور پر ملک میں زیادہ سرمایہ کاری ہو گئی، قومی پیداوار میں اضافہ ہو گا اور غربت کا خاتمہ ہو گا۔

ii چونکہ ملک کو بچتوں کے رخنے (سرمایہ کاری کی نسبت بچتوں کی پست شرح) اور تجارت کے رخنے (درآمدات کی نسبت برآمدات کی پست شرح) کا سامنا تھا۔ لہذا انھیں ختم کرنے کے لیے بیرونی امداد اور وسائل پر انحصار کو بڑھانا ہو گا جس سے بیرونی زرمبادلہ اور اندرونی بچتوں میں اضافہ ہو گا نتیجہ بیرونی امداد پر انحصار بتدریج کم ہو گا۔(1)

ان دو پالیسیوں کو معاشی ترقی کے لیے متعارف کروایا گیا۔

1۔ صنعتی ترقی کے لیے پالیسیز

روزگار کے مواقع میں اضافہ، صنعت کی حوصلہ افزائی، ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کاری میں اضافے اور صنعتی اشیا کی معیاری برآمدات میں اضافہ (قیمتی زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ) ممکن بنانے کے لیے صنعتوں کی ترقی کے لیے اہم اقدامات کیے گئے۔ 60 کے دہائی میں صنعتوں کو ترقی دینے کے لیے سرمایہ کاروں کو مختلف ترغیبات فراہم کی گئیں۔ ٹیکس چھوٹ، ٹیکسوں میں کمی، سستی شرح سود پر قرضے، کم ڈیوٹی پر مشینری کی درآمد، پست اجرتوں کا ڈھانچہ، اجارہ داریوں کے خلاف قوانین کا خاتمہ اور ملکی خام مال کی پست قیمتوں پر فراہمی جیسے اقدامات کیے گئے۔ صنعتوں کو ٹیکس ہالیڈے چار، چھ یا آٹھ سال تک صنعتی علاقوں کے مطابق دیے گئے۔ ٹیکس ہالیڈے والی کمپنی کے بونس شیئر (2) کی ۶۰ فیصد بچتوں پر کوئی ٹیکس

لاگو نہیں کیا گیا۔ ایسی صنعتوں کے سرمایہ کی حصص (Share Capital) (3) کی حد کم سے کم ۲ لاکھ سے پچاس ہزار تک کی گئی۔(4)

کم ترقی یافتہ علاقوں کو ترقی یافتہ علاقوں سے زیادہ سال کے لیے ٹیکس ہالیڈے دینے کا مقصد سرمایہ کاروں کو ان علاقوں میں سرمایہ کاری کے لیے راغب کرنا، سرمایہ کاری کا ماحول پیدا کرنا، نیز روزگار کے مواقع میں اضافہ کرنا تھا۔

۱۹۶۲۔ ۱۹۶۳ء کے بجٹ (5) میں ۳۰ جون ۱۹۶۲ء کے بعد لگائے جانے والی مشینری اور پلانٹ کی حقیقی قیمت پر ۲۰ فیصد ترقیاتی الاؤنس (Development Allowance) دیے گئے تاکہ دوبارہ نئی مشینری اور پلانٹ خریدے جا سکیں۔(6) بجٹوں میں حکومت سے منظور شدہ مالی ادارے جو صنعتوں کے مالی وسائل بڑھانے کے لیے قرضے جاری کرتے تھے۔ ان اداروں کی بچتوں پر ٹیکس لاگو نہیں کیا گیا۔(7)

۱۹۶۰ تا ۱۹۶۵ تک کی صنعتی ترقی زیادہ تر بیرونی وسائل کی وجہ سے ممکن ہوئی۔ ۱۹۶۳۔۱۹۶۴ میں بہتر معاشی صورتحال کی بدولت پاکستان صنعتی ترقی کے لیے ۳۴۹ کروڑ روپے کے قرضے لینے میں کامیاب رہا۔(8)

صنعتی پالیسیوں اور ان پر عملدرآمد کی وجہ سے صنعتی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ Rashid Amjad کے نزدیک ۱۹۶۰ تا ۱۹۶۵ میں کاروباری فضا و اعتماد، شرح منافع کی زیادتی، ملکی منڈی کی توسیع اور بیرونی سرمایہ کی مدد سے صنعتی ترقی ممکن ہوئی۔(9)

۱۹۶۰ء۔1965ء تک پاکستان نے بہت سی اشیاء کی پیداوار میں نہ صرف خود کفالت حاصل کی بلکہ درآمدات میں بھی اضافہ کیا ۱۹۵۹-- ۱۹۶۰ سے ۱۹۶۴ - ۱۹۶۵ تک اوسطاً سالانہ شرح نمو 16.9% تھی جبکہ ۱۹۶۴ - ۱۹۶۵ سے ۱۹۶۹ - ۱۹۷۰ تک 9.9% تھی۔(10) ۱۹۶۵ - ۱۹۷۰ کے عرصے میں صنعتی ترقی میں کمی آئی۔ ماہرین معاشیات کے نزدیک اس کی سب سے بڑی وجہ پاکستان اور بھارت کی جنگ کے بعد بیرونی امداد کم ہو

گئی۔(11) دوسری طرف ۱۹۶۵ کے بعد دو سال تک خشک سالی کی وجہ سے خام مال کی دستیابی میں کمی آئی۔ خصوصاً ۱۹۶۵ کی جنگ کے بعد بیرونی خام مال کی عدم دستیابی بھی صنعتی ترقی کی سست رفتاری کا باعث بنی۔(12)

2۔ درآمدات و برآمدات کے لیے پالیسیز

۱۹۶۰ میں ایوب خان کی حکومت نے تجارتی پالیسی کے ضمن میں اہم اقدامات کیے۔ تجارتی پالیسی کے مقاصد میں ملکی منڈی میں اشیاء کی بآسانی دستیابی کے لیے آزادانہ تجارت کے تحت خام مال اور دیگر صنعتوں کے لیے ضروری اشیاء کی برآمدات میں اضافہ، انتظامی امور کو بہتر کرنا اور غیر ضروری کنٹرول کو ختم کر دینا تاکہ درآمدات آزادانہ، اچھے اور باکفایت طریقے سے ہو سکیں اور متبادل اشیاء کی برآمدات کی تجارت کو پروان چڑھانا تاکہ ملکی ادائیگیوں کے خسارے کو کم کیا جا سکے۔(13)

۱۹۵۹ کے آغاز میں ڈاکٹر ووک (جرمن ماہر اقتصادیات) کی تجویز پر برآمدی بونس سکیم (Export Bonus Scheme) شروع کی گئی۔ اس تجویز کے مطابق برآمد کنندگان کو ان کے کمائے ہوئے سرمائے کا ایک خاص فیصد زرمبادلہ کی صورت میں دیا جاتا تھا اور ان واؤچرز سے وہ درآمدی لسٹ پر موجود اشیاء درآمد کر سکتے تھے یا انہیں سٹاک ایکس چینج وغیرہ میں فروخت کر سکتے تھے۔

۱۹۶۳ - ۱۹۶۴ میں دیگر ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کیے گئے۔ عالمی سطح پر تجارتی میلے اور صنعتی نمائشوں کا انعقاد کیا گیا۔ تجارتی وفود کا تبادلہ، تجارتی معاہدات خصوصاً امریکہ، اٹلی، فرانس، آسٹریلیا، پولینڈ، یوگوسلاویہ، البانیہ، صومالیہ اور انڈیا کے ساتھ کیے گئے۔ عالمی سطح پر تجارتی کانفرنس کا انعقاد بھی کیا گیا۔(14) ایکسپورٹ ہاؤسز (Export Houses) جو کارپوریشن کے طور پر قائم تھے ان کو ٹیکس کی قابل ادا رقم میں ۱۵ فیصد تک چھوٹ دی گئی۔(15) آزادانہ درآمدات کے اصول کی وجہ سے دوسرے پانچ سالہ منصوبے

کے پہلے ۴ سالوں میں بیرونی خام مال پر انحصار کرنے والی صنعتوں کے پیداواری معیار میں اضافہ ہوا۔ چھوٹی صنعتوں کو بھی خام مال کی فراہمی ممکن بنائی گئی۔(جن کو براہ راست درآمدات کے لیے لائسنز کی سہولت نہیں دی گئی تھی۔)(16)

۱۹۶۰ کی دہائی میں پاکستان میں برآمدی شعبے کی استعداد کار میں اضافہ ہوا لیکن درآمدات وبر آمدات کی نسبت مخالف رہی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ عالمی منڈی میں زرعی اشیاء سستی جبکہ صنعتی اشیاء مہنگے داموں فروخت ہوتی ہیں۔ ہماری بر آمدات زرعی اجناس پر مبنی ہوتی ہیں جبکہ درآمدات مشینری، صنعتوں کے لیے خام مال اور اشیاء صارفین پر مبنی ہوتی ہیں۔ ان حالات میں درآمدات اور بر آمدات کی نسبت ہمارے مخالف رہی۔

3۔ زراعت کی ترقی کے لیے پالیسیز

زرعی ترقی کے مقاصد میں بڑھتی ہوئی آبادی کی خوراک کی فراہمی، صنعت کے لیے خام مال کی فراہمی، شعبہ زراعت میں روزگار کے مواقع میں اضافہ، زرعی اشیاء کی بر آمد بر آمدات تاکہ غیر ملکی زرمبادلہ کمایا جاسکے، زرعی شعبہ سے منسلک افراد کی آمدنیوں میں اضافہ تاکہ صنعتی اشیاء کی طلب میں اضافہ ہو جس سے ملکی صنعت ترقی پائے گی۔

زراعت کی ترقی میں سبز انقلاب قابلِ ذکر ہے۔ زرعی ترقی کے لیے چھوٹے پیمانے کے آبپاشی کے پراجیکٹس اور بڑے پراجیکٹس، جیسے ڈیم بنائے گئے۔ کیمیاوی کھادوں کی در آمدات اور ملکی سطح پر پیداوار میں اضافہ کیا گیا، نئے بیجوں کی دریافت، بیجوں کی سرٹیفیکشن اور تقسیم کا نظام بہتر کیا گیا۔ ایسے بیجوں کو دریافت کرنے کی کوشش کی گئی جن میں بیماریوں، بارش، قحط اور سیم و تھور کے خلاف مزاحمت کرنے کی طاقت بھی موجود ہو، فصلوں کی حفاظت کے لیے کیڑے مار ادویات کے استعمال کو بڑھایا گیا اور زرعی مشینری اور آلات کی فراہمی کے لیے اقدامات کیے گئے۔ ۱۸ فروری ۱۹۶۱ میں زرعی ترقیاتی بینک قائم کیا گیا۔ اس بینک کی مشرقی

اور مغربی پاکستان میں نئی شاخیں کھولی گئیں۔زرعی ترقیاتی بینک کی پالیسی میں ہر تحصیل کی سطح پر نئی شاخوں کا قیام بھی شامل تھا۔(17)۱۹۶۰- ۱۹۶۱ء میں زراعت اور دیہات میں جاری کردہ قرضوں پر ٹیکس ختم کیے گئے۔(18) زراعت کے لیے قرضوں پر ٹیکس کی چھوٹ کا مقصد کسانوں کے مالی وسائل میں اضافہ کرنا تھا کیہ زرعی ترقی کے لیے ان وسائل کو استعمال میں لایا جاسکے۔زرعی ترقی کے لیے زرعی تعلیم اور تحقیق کو فروغ دیا گیا۔دو زرعی یونیورسٹیاں قائم کی گئیں۔(19)

سبز انقلاب کی وجہ سے مغربی پاکستان میں گندم اور چاول کی پیداوار میں ۱۹۶۵ تا ۱۹۷۰ تک ۵۰ فیصد تک اضافہ ہوا۔(20)

زرعی زمینداروں کی طاقت کو کم کرنے کے لیے زرعی اصلاحات متعارف کروائی گئیں۔

بہت سے ماہرین کے نزدیک یہ زرعی اصلاحات برائے نام تھیں۔ان اصلاحات نے سرمایہ دار کسان طبقہ کو جنم دیا۔یہ حد ایک خاندان کی بجائے ایک فرد تک محدود رکھی گئی جس کی وجہ سے عملی طور پر ان معاشی اصلاحات کا فائدہ حاصل نہ ہو سکا۔(Ishrat (21 Hussain نے زرعی اصلاحات کے عملی نفاذ میں کمزوریوں اور بڑے زمینداروں کو فیاضانہ دیے جانے والے الاؤنسز کی وجہ سے ان اصلاحات کو محض ظاہری تبدیلی (Cosmetic Change) کا نام دیا۔(22)

اگرچہ زرعی اصلاحات کا مقصد پست آمدنی والے کسان طبقے کو ریلیف پہنچانا تھا لیکن سبز انقلاب کی حکمت عملی کی وجہ سے سرمایہ دار کسان طبقے کے وسائل میں مزید اضافہ ہوا جس سے طبقاتی عدم مساوات میں بھی اضافہ ہوا۔

60 کی دہائی کی مالیاتی پالیسز کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیہ

(i) دولت کی غیر منصفانہ تقسیم

ایوب خان کے دور کی پالیسی کا اہم ترین مقصد سرمایہ داروں کو ترغیبات فراہم کرنا تھا جبکہ معاشی فلاح و بہبود کی حیثیت ثانوی تھی۔ اس وجہ سے ۶۰ء کی دہائی کے بجٹوں میں عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کم رقم مختص کی گئی۔ دوسری طرف مزدوروں کی اجرتیں پست رکھی گئیں تاکہ مصارف پیدائش کم رہیں اور صنعت کار غیر معمولی منافع کما سکیں۔ اگرچہ دوسرے پانچ سالہ منصوبے میں قیمتوں میں استحکام رہا لیکن تیسرے منصوبے میں قیمتوں میں اضافہ ہوا جس سے مزدوروں کی حقیقی آمدنی میں کمی واقع ہوئی۔ ۱۹۶۱۔۱۹۶۲ میں انکم ٹیکس (Personal Income Tax) کو ۷۵ فیصد سے ۸۰ فیصد تک کم کیا گیا۔(23) لیکن ۶۰ کی دہائی کے بعد کے سالوں میں انکم ٹیکس کی شرح بلند رہی۔ ایوب خان کے دور کی پالیسیوں سے عوام کو ریلیف نصیب نہ ہوا بلکہ ارتکازِ دولت کو تقویت ملی۔ ملک کے صنعتی اثاثوں کا ۶۶ فیصد، بینکاری اثاثوں کا ۸۰٪ اور انشورنس کے اثاثوں کا ۹۷ فیصد ملک کے ۲۲ خاندانوں کی ملکیت تھا۔(24) Omer Noman نے ۶۰ کی دہائی میں پاکستانی معاشرے کے تین طبقوں کا تذکرہ کیا ہے۔ شہر میں رہنے والے صنعتی سرمایہ دار، زرعی زمیندار (خصوصاً مغربی پاکستان کے پنجابی زمیندار) اور سول اور ملٹری آفیسرز کو فراہم کی جانے والی عیش و عشرت کی زندگی جو صرف ترقی یافتہ ممالک کی معیشت ہی برداشت کر سکتی ہے۔(25) 1963۔۱۹۶۴ کے بجٹ میں بڑی کمپنیوں کے منافع پر قابل ادا ٹیکس (Taxable Profit) پر کٹوتی کو لاگو کیا گیا تاکہ ڈائریکٹر کو اضافی مراعات اور سہولیات فراہم کی جا سکیں(26) اگرچہ ترقی یافتہ ممالک سرکاری ملازمین کو سہولیات فراہم کرتے ہیں لیکن پاکستان جیسا ترقی پذیر ملک ان سہولیات کو فراہم کرنے کا اہل نہیں تھا۔

ایوب خان کے دور میں نجی ملکیت کا حق حدود و قیود کے ساتھ نہیں تھا۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے اور حقیقی ملکیت اللہ کی ہے۔ انسان صرف نائب کے طور پر ان املاک میں تصرف کا مجاز ہے۔ اس لیے مملکت کے وسائل افراد کے بطورِ

امانت استعمال کرنے کے لیے مالکانہ حقوق مطلق نہیں مشروط ہیں۔ نجی آزادی حدود و قیود کے ساتھ ہے اور ان حدود و قیود کا تعین اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ کوئی انسان انھیں توڑنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

اس دور میں چند سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کو لامحدود اختیارات دے کر ان کی بچتوں اور سرمایہ کاری میں اضافہ کرنا تھا۔ اگرچہ اس مالیاتی پالیسی کی وجہ سے ۶۰ کی دہائی میں صنعت کاری کو ترقی ملی مگر بعد میں آنے والے سالوں پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوئے۔ امیر اور غریب کے فرق میں اضافہ ہوا۔ اگرچہ اس دور میں سرمایہ داروں کے علاوہ چھوٹے کاروبار کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی گئی مگر زیادہ توجہ سرمایہ داروں کے وسائل بڑھانے پر تھی

اسلام ارتکازِ دولت کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ قرآن و سنت اور خلفائے راشدین کے ادوار سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کی مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد معاشرہ میں تقسیم دولت کے تفاوت کو کم کرنا اور ارتکاز دولت کا خاتمہ ہے۔ یوسف القرضاوی اس ضمن میں لکھتے ہیں: اسلام دولت کی منصفانہ تقسیم کرتا ہے اور معاشرے کے اندر ملکیتوں میں اضافہ پذیری کی صورت پیدا نہیں ہونے دیتا اور زکوٰۃ، فئے، وغیرہ کے نظام کے ذریعے توازن پیدا کر کے معیارِ زندگی کے تفاوت کو کم کر دیتا ہے۔(27)

اسلامی مملکت میں حکمران کی ذمہ داری ہے کہ احیاء نظام زکوٰۃ کے لیے اقدامات کریں

الذين ان مكنهم في الارض أقاموا الصلوٰة وآتوا الزكوٰة وأمروا بالمعروف ونهوا عن المنكر والله عاقبة الأمور(28)

"لولوگ جن کو ہم زمین میں اقتدار بخشیں وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور تمام امور کا انجام تو اللہ ہی کے لیے ہے۔"

گویا مال فئے کی تقسیم کا مقصد گردش دولت ہے- مال فے کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

کی لایکون دولة بین الأغنیاء منکم (29)

" تاکہ تمھارے مال اغنیا کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے۔"

خلفائے راشدین نے تقسیم دولت کے عملی اقدامات کیے۔جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور فئے کا مال آیا تو آپ نے اسے عوام کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کیا اور جب آپؓ کو کہا گیا کہ تقسیم میں بعض لوگوں کو بعض پر ترجیح دیں تو آپؓ نے فرمایا:"ان کے فضائل کا اعتبار اللہ کے یہاں ہو گا جہاں تک اس معاشی زندگی کا سوال ہے اس میں برابر سلوک کرنا بہتر ہے۔"(30)

حضرت عمرؓ کے دور میں عراق و شام کی مفتوحہ زمینوں کو فوجیوں کے درمیان نہ تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔(31) کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ زمین کی ملکیت ایک محدود طبقہ میں گھر کر رہ جائے اور باقی افراد اس سے محروم رہیں۔ آپ کی اس پالیسی سے جاگیر داری نظام کا خاتمہ ہوا اور ریاست کے مادی وسائل صرف فوجیوں کے ہاتھوں میں مرتکز ہونے کی بجائے ساری رعایا میں پھیل گئے۔مال و دولت پر محدود طبقہ کا تسلط ختم ہوا اور اللہ کی نعمتوں سے ساری قوم کو فائدہ پہنچا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا:"اگر میں سال بھر تک زندہ رہا تو میں سب سے کم مرتبے والے کو سب سے اعلیٰ مرتبے والے سے ملا دوں گا۔" (32)

ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفاءراشدین کے دور میں تقسیم دولت کے عملی اقدامات کیے گئے۔ ایوب خان کی غیر مساواتی حکمت عملی کی وجہ سے ارتکازِ دولت کو تقویت ملی اور سرمائے کا زیادہ تر حصہ بائیس خاندانوں میں مرتکز ہو کر رہ گیا جبکہ عوام کی معاشی فلاح و بہبود کو ثانوی اہمیت دی گئی۔ اسلام کی معاشی پالیسیوں کا اولین مقصد عوام کی کفالت، مادی اور

روحانی خوشحالی ہے۔ اس لیے زکوۃ کو فرض کیا گیا، اگر سرمایہ داروں پر فنڈز کی بجائے زکوۃ کی ادائیگی لازمی کی جاتی تو دولت گردش میں رہتی۔ جس سے غریب طبقے کی کفالت ہوتی اور وہ خوشحالی سے ہمکنار ہوتا۔ غربت کا خاتمہ ہوتا اور عوام کا معیار زندگی بہتر ہوتا۔ کم آمدنی والے افراد کی آمدنی میں اضافے کے لیے بھی اقدامات کیے جاتے۔ پبلک فرم کے چھوٹے چھوٹے حصص کم آمدنی والے افراد کو خریدنے کی پالیسی بنائی جاتی اور چند بڑے سرمایہ داروں کو عام حصص کی بڑی تعداد میں خریدنے پر پابندی عائد کی جاتی تاکہ عام طبقہ بھی خوشحال ہوتا۔

(ii) علاقائی عدم مساوات

۵۰ء اور ۶۰ء کی دہائی میں ہونے والی ترقی کا زیادہ تر حصہ مغربی پاکستان تک محدود رہا۔ ۶۰ء کی دہائی میں ۷۵ فیصد سے ۸۵ فیصد تک دنیا کی پٹ سن کی ضرورت پاکستان نے پوری کی۔(33)

مشرقی پاکستان کی پٹ سن اور چاول سے کمایا گیا قیمتی زرمبادلہ مغربی پاکستان کی ترقی میں صرف ہوتا رہا۔ مغربی پاکستان کے ڈیموں کی تعمیر میں مشرقی پاکستان سے کمائے گئے زرمبادلہ کا بیشتر حصہ تھا۔ لیکن مشرقی پاکستان کے سیلابوں کو روکنے کے لیے اقدامات نہیں کیے گئے۔ ۶۰ء-۱۹۶۵ء کے منصوبے میں اسلام آباد شہر کو آباد کیا گیا۔(34)

اس شہر کی آباد کاری سے زیادہ ضرورت مشرقی پاکستان کی زرعی اور صنعتی ترقی کے لیے ٹھوس لائحہ عمل کی تھی۔ ان شعبوں میں سرمایہ کاری سے نہ صرف پیداوار بڑھتی بلکہ روزگار کے مواقع میں بھی اضافہ ہوتا جس سے غربت میں کمی آتی اور معاشی خوش حالی ہوتی۔

عدم مساوات کی وجہ سے پاکستان کے ان دو حصوں میں فی کس آمدنی میں نمایاں فرق تھا۔ ایوب خان کی حکومت کے قیام کے وقت ۳۰ فیصد ۶۴ء-۱۹۶۵ء میں بڑھ کر ۴۵ فیصد اور ۶۹ء-۱۹۷۰ء میں ۶۱ فیصد تھا۔(35)

قومی اسمبلی میں نمائندگی، دفاع کے شعبے اور تعلیم کے میدان میں بھی عدم مساوات کو روا رکھا گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں سلطنتِ اسلامیہ بہت وسیع ہو گئی مگر آپؓ جتنے بھی گورنر مقرر فرماتے، ان کو لوگوں کی فلاح و بہبود اور علاقے کی ترقی کے لیے تجاویز دیتے۔ صوبوں کو مرکز کے ساتھ مربوط رکھتے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے دور میں قومیت پرستی کے فتنہ نے سر نہیں اٹھایا۔ حالانکہ ایران و عراق، شام اور مصر تک اسلام کی سرحدیں وسیع ہو گئی تھیں۔ حکمران کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام علاقوں کی ترقی کے لیے پالیسی بنائے حضرت عمرؓ کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے، آپؓ فرمایا کرتے تھے:

"اہلِ عرب ایک فرماں بردار اونٹ کی مانند ہیں جو اپنے قائد کی پیروی کرتا ہے، اس لیے ان کے قائد کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ انھیں کہاں لیے جا رہا ہے، جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں کعبہ کے پروردگار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں انھیں صحیح راستے پر لے جاؤں گا۔"(36)

سائب ابن یزید کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا:

"اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر ایک کا اس بیت المال میں حق ہ اور اس معاملے میں کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں ہے۔ بلکہ میں بھی عوام کا معمولی فرد ہوں۔ البتہ ہمیں کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کے مطابق چلنا ہو گا۔ نیز ہر ایک کے اسلامی کارناموں، اس کی دولت مندی اور ضرورت اور قدیم اسلام لانے کے تعلقات کا لحاظ کرنا ہو گا۔ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا صنعاء کے ایک چرواہے کو اس کا حصہ وہیں بیٹھے بیٹھے ملے گا۔"(37)

بیت المال میں سب کا حق قرار دینے سے مراد سلطنتِ اسلامیہ میں بسنے والے تمام صوبوں کے افراد کی معاشی کفالت اور ترقی کی ذمہ داری اٹھانا تھی۔ ہر علاقے کو معاشی حقوق ملنے کی وجہ سے سیاسی استحکام رہا آپؐ نے مختلف علاقوں کے لوگوں کے لیے وظائف جاری کیے اسی طرح یمن، شام اور عراق جیسے دور دراز کے لوگوں کو وظائف جاری کیے تھے۔(38)

اگر بعض خاص وجوہات کی بنیاد پر معاشی معاملات میں کمی بیشی روا رکھی گئی تو اس کو واضح کیا گیا مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے مال غنیمت سے کچھ لوگوں کو سو سو اونٹ دیے جس پر انصار کے بعض لوگوں کو اعتراض ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو سمجھایا کہ میں نے انھیں حق کی بنا پر نہیں بلکہ تالیفِ قلب کے لیے دیا ہے۔(39)

(iii) مزدوروں کا استحصال

ٹیکسوں کی ترغیبات (Tax Incentive)، پیداوار کی بلند قیمت کی وصولی، اشیاء سرمایہ کی کم قیمت پر دستیابی اور حقیقی اُجرتوں میں کمی کی وجہ سے صنعت کاروں نے غیر معمولی منافع کمایا۔ سرمایہ داروں کے منافع میں اضافہ ہوا لیکن مزدوروں کی اجرتیں پست رکھنے سے عام آدمی کا معیار زندگی پہلے سے بھی بدتر ہو گیا۔ Walter P. Falcon & Joseph J.Stern لکھتے ہیں:

مزدوروں کی ہڑتالوں پر پابندیاں عائد کی گئیں۔ مزدور یونین (Trade Union) کو بالجبر دبایا گیا۔ معاشی حالت کو بہتر بنانے کی منظم کوشش کرنے والوں کو سزاؤں کے ذریعے روکا گیا۔(40) دس سال کے عرصے میں صرف ۲ فیصد حقیقی اجرتوں میں اضافہ ہوا۔(41)

صنعتی جھگڑوں (Industrial Disputes) کی وجہ سے جنوری ۱۹۶۸ سے فروری ۱۹۶۹ تک ۱۸۹ کام روکے گئے۔ جس میں ۱،۹۰،۵۰۶ مزدور شامل تھے اور نتیجہ ۶،۹۵،۴۹۱ کام کرنے والے دنوں میں کمی آئی۔ ان کاموں کے روکنے کی وجہ سے ۳۱،۱۴،۵۰۳، روپے کی اجرتوں کا مزدور طبقے کو نقصان برداشت کرنا پڑا۔(42)

سرمایہ داروں اور مزدوروں کی کش مکش میں اضافہ ہوا۔ ترقیاتی ماڈل میں صرف قومی پیداوار کو بڑھانے پر زور دیا گیا جبکہ سماجی خدمات، تعلیم، صحت، رہائش اور پینے کے صاف پانی کے لیے اور کام کرنے کے لیے بہتر ماحول کے لیے خاطر خواہ اقدامات نہیں کیے گئے۔ اس سے مزدوروں کی قوت پیداواریت میں کمی آئی نتیجے کے طور پر سرمایہ داروں کے خلاف شدید رد عمل دیکھنے میں آیا۔

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اور اس کا نظام کسی انتقام یا رد عمل پر مبنی نہیں ہے۔ اس نے آجر اور اجیر کے تعلقات میں توازن قائم کیا ہے تاکہ پیداواری سرگرمیاں متاثر نہ ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الا کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ(43)

"خبردار! تم میں سے ہر ایک رعیت کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت سے متعلق سوال کیا جائے گا۔"

اسلام اپنے پیروکاروں میں احساس جوابدہی کو اجاگر کرتا ہے تاکہ وہ اپنے زیر دستوں کا خیال رکھیں اور ان کے حقوق ادا کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ما من عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطھا ینصحہ لم یجد رائحۃ الجنۃ(44)

"کوئی بندہ جس کے سپرد اللہ تعالیٰ نے کسی رعایا کی خبر گیری لگائی تو اس نے پوری خیر خواہی کے ساتھ اس کی حفاظت نہیں کی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔"

اسلامی تعلیمات میں مزدوروں کی مزدوری کی بروقت ادائیگی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اسلام آجر اور اجیر کو رشتہ اخوت میں منسلک کرتا ہے اور آپس میں تعاون کی ترغیب دیتا ہے-

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان-(45)

"نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون کرو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں تعاون نہ کرو۔"

آجر اور مزدور کے درمیان تعاون سے کاروباری فضا خوشگوار رہتی ہے۔ خوشگوار ماحول سے آجر اور مزدوروں کے درمیان اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔ مزدور دلچسپی سے پیدائش دولت میں حصہ لیتے ہیں جس سے معاشی پالیسیاں احسن طریقے سے پایہ تکمیل کو پہنچ سکتی ہیں اور معیشت خوشحالی کے دور میں داخل ہو سکتی ہے۔

چاہیے یہ تھا کہ آجرین کے غیر معمولی منافعوں میں سے بھی مزدوروں کی مناسب اجرت مقرر کی جاتی جس سے ان کا معیارِ زندگی بہتر ہوتا۔ اگر مزدور طبقہ خوشحال ہو تو اس سے ان کی استعداد کار میں اضافہ ہوتا ہے جس سے وہ اپنی معاشی ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دے سکتے۔

(iv) بیرونی قرضوں کے اثرات

۶۰ کی دہائی کی دوسری بڑی حکمت عملی بیرونی قرضوں پر بھروسہ کرنا تھا۔ بیرونی امداد پر دارومدار کی وجہ سے پاکستان کی معیشت پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔

i امریکہ، دیگر ممالک اور اداروں کی امداد سود پر مبنی ہوتی ہے جس کی قسطوں کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔ اس سے ترقی پذیر ممالک کی معیشت پر بوجھ بڑھتا ہے کیونکہ ان ممالک کے لیے اصل رقم کی ادائیگی بھی دشوار ہوتی ہے۔ چنانچہ بیرونی قرضوں کی وجہ سے پاکستان کی معیشت پر سودی قرضوں کے بوجھ میں اضافہ ہوا۔

ii جو ادارے بیرونی امداد پر چل رہے ہوں اگر بیرونی امداد کی ترسیل میں کمی آجائے تو ان کی ترقی متاثر ہوتی ہے جیسے ۶۰ کی دہائی میں پاکستان کی صنعتی ترقی متاثر ہوئی۔

iii امریکہ نہ صرف امداد دیتا ہے بلکہ اپنی پالیسیاں بھی منواتا ہے۔ جب مشکل حالات میں پاکستان قرضے ادا نہیں کر سکتا تو دوستی نبھاتے ہوئے قرضوں کی قسطیں تو معاف کر دی

جاتی ہیں ساتھ ہی مطالبات کی لسٹ بھی تھمادی جاتی ہے، جس کی وجہ سے قیام پاکستان کے بعد سے لے کر ایوب خان کے دور تک یہ اثرات غالب نظر آتے ہیں۔

DEBT SERVICE RATIO FOR PAKISTAN'S EXTERNAL DEBT

Year July – June	Foreign Exchange Earnings	External Debt Service	Debt Service Ratio (Percent
1960-61	475.587	17.157	3.6
1961-62	497.322	30.618	6.2
1962-63	576.807	47.486	8.2
1963-64	576.198	61.509	10.7
1964-65	629.139	62.223	9.9
1965-66	686.783	73.689	10.7
1966-67	727.981	95.718	13.1
1967-68	800.562	108.420	13.5
1968-69	882.588	154.258	17.5

(Million $)

(Pakistan Economic Survey, 1970-71, P.138)

۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۹ء میں بیرونی قرضوں کے سروس چارجز میں مسلسل اضافہ ہوا۔

سود کے معاشی استحصال پر مبنی ہونے کی وجہ سے اسلام نے اس کو حرام جبکہ تجارت کو حلال قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وأحل الله البيع وحرم الربا(46)

اور اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام اور تجارت کو حلال قرار دیا ہے۔

یایھا الذین اٰمنوا اتقوا الله وذروا ما بقی من الربا إن کنتم مؤمنین فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله وإن تبتم فلکم رؤس أموالکم لا تظلمون وتظلمون(47)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو جو کچھ سود کا بقایا مال ہے۔اس کو چھوڑ دو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبر دار ہو جاؤ جنگ کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اگر تم توبہ کر لو تو تمھارے اصل اموال کا حق ہے۔نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم ہو گا۔

اسلام میں سود کی قطعی حرمت ہے جس چیز کی حرمت شریعت سے ثابت ہو جائے اس سے رُک جانا چاہیے۔اگر پھر بھی لوگ سودی کاروبار سے باز نہ آئیں تو اللہ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے اعلان جنگ ہے تا کہ انسانیت مصیبتوں اور آفات سے بچ سکے۔سود کی قطعی حرمت کے علاوہ اسلام میں ہاتھ پھیلانے کو ناپسند فرمایا۔(48) کیونکہ دوسرے ممالک اور اداروں پر انحصار کرنے سے قوموں کی خود مختاری خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

سودی نظام سے نجات کے لیے درج ذیل اقدامات ضروری تھے:

- ترقیاتی منصوبوں کے لیے قرضوں کی بجائے براہ راست سرمایہ کاری کو متعارف کروایا جاتا۔منصوبے شراکت و مضاربت کی بنیاد پر مکمل کیے جاتے اور جب آمدن آنا شروع ہوتی تو اس میں سے طے شدہ فیصد کے مطابق منافع ادا کیا جاتا۔اس سے قرضوں کے چار جز سے بھی پاکستان کو چھٹکارا ملتا۔

- پاکستان کو سودی قرضوں کی بجائے اپنے معاشی وسائل کو ترقی دینے کے لیے کوشش کرنی چاہیے تھی۔ اگر ملکی وسائل سے "دیانت داری" سے استفادہ کیا جاتا تو ہم سودی نظام سے چھٹکارا حاصل کر سکتے تھے۔
- سرمایہ کی ضرورت اسلامی ملکوں سے بلا سود قرضوں کی صورت میں پوری کی جاسکتی تھی۔
- اسلامی ممالک کے پاس اتنے وسائل ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے لیے سود سے پاک ادارے قائم کر سکتے ہیں۔ اگر دنیا کے سود خور اپنے نظام کی ترویج کے لیے سود پر مبنی ادارے قائم کر سکتے ہیں تو مسلم ممالک اسلامی نظام کی ترویج کے لیے ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟ اور یہ ادارے شراکت اور مضاربت کے اسلامی تجارتی اصول پر ترقی پاسکتے ہیں۔

4۔ فلاح عامہ کے لیے اقدامات

خواندگی کی شرح کو بڑھانے کے لیے، تعلیمی سہولیات میں اضافے، بہتر نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم میں اصلاح کے لیے پالیسیاں بنائی گئیں۔ پرائمری اور ثانوی سطح پر سکولوں اور طلبہ کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ یونیورسٹی کے معیار تعلیم میں بہتری پر زور دیا گیا۔ ہر صوبے کی سطح پر انجینئرنگ اور زرعی یونیورسٹیاں قائم کی گئیں۔(49) 64،۱۹۶۵ میں تعلیمی الاؤنسز ۹۰۰ روپے تک جاری کیے گئے۔ بچوں کی زائد تعداد ہونے کی صورت میں اس الاؤنس کی حد ۳۰۰ فی بچہ مقرر کی گئی۔(50) دوسرے پانچ سالہ منصوبے میں سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری سطح پر نصاب تعلیم میں تبدیلیاں لائی گئیں۔ سائنس کے مضامین کی تعلیم پر زور دیا گیا۔(51) اگرچہ تعلیمی سہولیات میں دوسرے پانچ سالہ منصوبے میں اضافہ ہوا لیکن یہ اضافہ ملکی آبادی کے لحاظ سے ناکافی تھا۔

صحت کی سہولیات میں ڈاکٹرز، نرسز، ہاسپٹل میں بستروں اور ادویات کی فراہمی میں اضافہ کیا گیا۔ ملیریا کنٹرول پروگرام میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی گئی۔

۱۹۶۲ء میں (The National Manpower Council) قائم کی گئی۔

۱۹۶۰۔۱۹۶۵ء میں 305 کروڑ روپے بے روزگاری کو ختم کرنے کے پروگراموں کے لیے مختص کیے گئے۔(52)

رہائشی گھروں کی تعمیر کرنے والی کمپنیوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ٹیکس میں رعایت کی حکمت عملی اختیار کی گئی تاکہ وہ اپنی بچتوں کو مزید تعمیرات کے لیے استعمال میں لے کر آئیں۔

۶۰ کی دہائی میں معاشی پالیسیوں کا اولین مقصد صنعتی شعبے کو ترقی دینا تھا جبکہ عوام کی فلاح وبہبود کو ثانوی حیثیت دی گئی۔ حالانکہ کفالت عامہ اور عوام کی خوشحالی اولین مقصد ہونا چاہیے تھا۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے کفالت عامہ کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ کفالت عامہ سے مراد یہ ہے کہ دار الاسلام کے حدود کے اندر بسنے والے ہر انسان کی بنیادی ضروریات زندگی فراہم کی جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانوں پر عوام کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کی ذمہ داری عائد فرمائی ہے۔

من ولاہ اللہ عزوجل شیئا من امور المسلمین فاحتجب دون حاجتھم وخلتھم وفقرھم احتجب اللہ تعالیٰ عنہ دون حاجتہ وخلتہ وفقرہ(53)

جسے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنایا ہے اور وہ ان کی ضروریات اور احتیاجات سے بے پرواہ ہو کر بیٹھا رہا اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو جائے گا۔

خلفائے راشدین کی مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد عوام کی خدمت اور فلاح وبہبود میں اضافہ کی مسلسل کوشش تھی۔ اس اعتبار سے عہد فاروقی کو جدید اصطلاح میں ایک فلاحی

مملکت کا بہترین نمونہ قرار دیا جاسکتا۔ آپ کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ رعایا کا کوئی فرد اپنے آپ کو بے آسرا اور بے سہارا محسوس نہ کرے۔ کسی کو عدم تحفظ کا احساس نہ ہو۔ خلفائے راشدین اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے بچوں، اپاہج اور معذوروں کے وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے پہلا ہدایت نامہ جو حکام کو لکھ کر بھیجا وہ رعایا کے مالی حقوق ادا کرنے اور ان سے جائز واجبات وصول کرنے سے متعلق تھا۔(54)

۶۰ کی دہائی کا اولین مقصد آجرین کو سہولیات فراہم کرنا تھا۔ عوام کی فلاح و بہبود کو ثانوی حیثیت دی گئی۔ ۲۲ خاندانوں کی معاشی ترقی کو مجموعی خوشحالی کا نام دیا گیا۔ حالانکہ کسی بھی ملک کی معاشی خوشحالی اس وقت ممکن ہوتی ہے جب غریب لوگوں کا معیار زندگی بہتر ہو اور لوگ اخلاقی اور معاشی طور پر پہلے سے زیادہ خوشحال ہوں۔ اگر عوام خوش حال ہوں تو مؤثر طلب(Effective Demand) میں اضافہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا معیار صرف بڑھتا ہے، جس سے اشیاء کی طلب میں اضافہ، روزگار کے مواقع میں اضافہ اور آجرین کے منافع میں بھی اضافہ ممکن ہوتا ہے۔ جس سے معیشت مجموعی طور پر خوش حال ہوتی اور معیشت کو ترقی کی مضبوط بنیادیں ملتیں۔

پاکستان کی تاریخ میں ایوب خان کا دور معاشی ترقی کے لحاظ سے اہم دور ہے۔ یہ درست ہے کہ ۶۰ کی دہائی میں معاشی حکمت عملی کی وجہ سے زراعت، صنعت اور درآمدات و برآمدات کے شعبے میں اہداف کو حاصل کرنے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ دوسرے پانچ سالہ منصوبے(۱۹۶۰۔۱۹۶۵) میں نئے قائم ملک کے لیے غیر معمولی کارکردگی سامنے آئی۔ اس دور میں کرپشن کم تھی۔ بیرونی سرمائے کو استعمال میں لایا گیا۔ اسمگلنگ اور ذخیرہ اندوزی کے خلاف سخت پالیسیاں بنائی گئیں جس سے ۱۹۶۵ تک اشیا کے نرخ مناسب رہے۔ ایوب خان کو ۱۰ سال حکومت کے لیے مل گئے۔ اس سیاسی استحکام کی وجہ سے اگرچہ معاشی استحکام رہا لیکن اس دور کی دو اہم حکمت عملیاں قابل غور ہیں۔ ایک تو تفاعلی عدم مساوات)

(Functional Inequality) بڑے صنعت کاروں اور سرمایہ کاروں کو تحفظات اور ترغیبات فراہم کی گئیں اور چھوٹے درجے کی صنعتوں کی ترقی کے لیے اہم اقدامات کیے گئے جبکہ معاشی ترقی عوام کی فلاح وبہبود اور خوشحالی کا نام ہے۔ خصوصاً مزدور طبقہ کی خوشحالی جس سے ان کی استعداد کار میں اضافہ ہوتا ہے اور پیداواری سرگرمیاں بھی بہتر ہوتی ہیں۔ دوسرا بیرونی وسائل پر دارومدار ۱۹۶۵ کی جنگ کے بعد بیرونی امداد کی ترسیل میں کمی آئی جس سے صنعتی ترقی متاثر ہوئی۔

بیرونی قرضوں کی بروقت ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے سروس چارجز میں اضافہ ہوا۔ ایوب خان کے دور میں ترقی کے لیے مضبوط بنیادیں فراہم نہیں کی گئیں۔ معاشرتی فلاح وبہبود سے متعلقہ اہم اقدامات نہیں کیے گئے۔ مزدوروں کی حقیقی آمدنیوں میں صرف ۲ فیصد اضافہ ہوا جس سے حکومت کے خلاف ۱۹۶۸ میں شدید ردعمل دیکھنے کو آیا اور عوام کی بے چینی اور مزدوروں کی ہڑتالوں کی وجہ سے حکومت زوال پذیر ہوگئی۔

حوالہ جات وحواشی

1. Viqar Ahmed, Rashid Amjad, The Management of Pakistan's Economy 1947-82 (Karachi; Oxford University Press,1988) P.82
2. A payment to a Share of Firm Additional to their normal Profit.
3. شیئرز کی قیمت کیونکہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ اس لیے جب شیئرز کی قیمت کم ہو تو خرید لیتے ہیں اور جب حاصل ہونے والے منافع بڑھ جائے تو بیچ دیتے ہیں۔ اس سے Capital Gain کہتے ہیں۔
4. Pakistan Economic Survey, 1962-63 Rawalpindi, Ministary of Finance, P.147
5. ہر سال حکومت کی آمدنی اور اخراجات کے تعین کے لیے جو دستاویز تیار کی جاتی ہے اسے اردو میں میزانیہ اور انگریزی میں بجٹ کہتے ہیں۔

6. Pakistan Economic Survey, 1962-63,Statistical Annexure, P.147

7. Ibid.

8. Ibid, 1963-64, P.xvii

9. Rashid Amjad, Private Investment in Pakistan 1960-70 (Cambridge: Cambridge University Press, 1980) P.173

10. Pakistan Economic Survey, 1979-80,f rom Omer Noman, The Political Economy of Pakistan 1947-85, (New York & London, KPI, 1988)P.37

11. Rashid Amjad, Opcit, P.166; Omer Noman, Opcit, P.38; Ishrat Hussain, Pakistan the Economy of an Elitist State (New York, Oxford University Press, 1999) P.19.

12. Pakistan Economic Survey, 1966-67, P.xviii

13. Ibid, 1961-62, P.66

14. Detail, Ibid,1966-67, P.79-90

15. Ibid, 1965-66, P.103

16. Lewis, Stephen R.S, Economic Policy and Industrial Growth in Pakistan (London: George Allen & Unwire Ltd. 1969) P.160-161.

17. Pakistan Economic Survey, 1961-62, P.31

18. Ibid, 1962-63,Statistical Annexure, P.147

19. Ibid, 1961-62, P.29

20. Walter P. Falcon and Joseph J. Stern, Pakistan's Development: An Introductory Perspective, Development Policy II- The Pakistan

Experience,(Edited by Walter P. Falcon & Gustav F.Papanek) (Cambridge: Harvard University Press, 1971) P.4

21. Omer Noman, Opcit, P.40; Rakesh Gupta, State in India, Pak, Russia and Central Asia (Delhi:Kalpaz Publications, 2004) P.153

22. Ishrat Hussain, Opcit, P.21

23. Pakistan Economic Survey, 1962-63, Statistical Annexure, P.147.

24. Omer Noman,Opcit, P.41

25. Ibid, P.42

26. Pakistan Economic Survey, 1965-66, Statistical Annexure, P.103

27. یوسف القرضاوی، فقہ الزکاۃ (بیروت لبنان، دارالارشاد،۱۹۶۹) ۸۸۹/۲

28. الحج۲۲: ۴۱

29. الحشر۵۹:۷

30. امام ابو عبید القاسم بن سلام (م۲۲۴ھ)، کتاب الاموال (قاہرہ ، مصر، دارالفکر،۱۹۸۱) ص ۲۴۵

31. ایضاً، ص ۴۱؛ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد (م۸۰۸ھ) تاریخ ابن خلدون (بیروت ، لبنان، دارالفکر، ۲۰۰۳) ص ۹۴۲

32. ابن سعد، محمد بن سعد (م۲۳۰ھ) الطبقات الکبریٰ (بیروت ، لبنان، دار بیروت، ۱۹۵۷) ۳۰۲/۳

33. Twenty Years of Pakistan Economy 1947-1967 (Rawalpindi: Pakistan Publication,1967) P.155

34. Pakistan Economic Survey, 1965-66, Pxxxv

35. Omer Noman, Opcit, P.41

36. الطبقات الکبریٰ، ۲/ ۵۶۵

37. ایضاً، ۵۷۱/۲

38. بلاذری، احمد بن یحییٰ (م ۲۷۹ھ)، فتوح البلدان (مکتبہ النھضۃ المصریۃ: القاہرہ) ص ۲۳۸

39. بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان، ۴۳۳۴

40. Walter P. Falcon & Joseph J. Stern,Opcit, P.7; Rashid Amjad, Opcit, P.173.

41. Ishrat Hussain, Opcit, P.15

42. Pakistan Economic Survey, 1968-69, P.251

43. مسلم بن الحجاج (م ۲۶۱ھ) الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الأمیر العادل، رقم الحدیث ۴۷۲۴

44. بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأحکام، باب من استرعی رعیتہ فلم ینصح، رقم الحدیث: ۷۱۵۰

45. المائدۃ۵: ۲

46. البقرۃ۲: ۲۷۵

47. البقرۃ۲: ۲۷۸-۲۷۹

48. بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوۃ، باب من سأل الناس تکثرا، ۱۴۷۴

49. Pakistan Economic Survey, 1963-64, P.225.

50. Ibid, 1965-66,Statistical Annexure, P.103.

51. Ibid, 1968-69, P.240-241.

52. Ibid, 1965-66, xxxv

53. ابو داؤد سلیمان بن اشعث (م ۲۷۵ھ)، السنن، کتاب الخراج، باب فیما یلزم الامام من امرا لرعیۃ والحجبۃ عنھم، رقم الحدیث ۲۹۴۸

54. الطبری، محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ)، تاریخ الأمم والملوک (بیروت- لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۳) ۵۹۱/۲